

عزیزت



محمد یوسف

<https://primeurdunovels.com/>

عزت

(محمد یوسف وسیر)

افسانہ

شاہ جی بیٹھک میں داخل ہوئے تو تمام افراد تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ ان کے ساتھ علاقے کے چند سرکردہ لوگ بھی تھے۔ ان کے باڈی گارڈ بیٹھک کے دروازے کے قریب تن کر کھڑے ہو گئے۔ بیٹھک میں موجود افراد ان سب کو خوف میں بھگی ہوئی عقیدت سے دیکھ رہے تھے۔ شاہ جی بیٹھ گئے تو ان کی اجازت سے کچھ افراد بیٹھ گئے اور کچھ کھڑے رہے۔ ان کی عقیدت نے گوارہ نہ کیا کہ شاہ جی کی موجودگی میں ان کے برابر بیٹھیں۔

ملک مبشر جو کہ اسی گاؤں کا بڑا زمین دار تھا شاہ جی سے بیٹھک میں موجود چند افراد سے تعارف کرانے لگا۔ سب سے آخر میں تعارف کرایا گیا جیرے کا جس کی والدہ مرگئی تھی اور اسی کی تعزیت کے لیے شاہ جی اس بیٹھک میں آئے تھے حالانکہ اس حیثیت کی جگہ پر آنا شاہ جی کے شایان شان

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION

نہیں تھا۔ جیرا اس طبقے سے متعلق تھا جن کو اصلی ناموں سے نہیں پکارا جاتا۔ وہ ملک مبشر کا خان دانی غلام نما ملازم تھا جس کے ذمے صرف صفائی کا کام تھا۔ عام حالات میں ملک یا اس کی حیثیت کے لوگ جیرے کے سلام کا جواب بھی الفاظ سے دینا مناسب نہ سمجھتے تھے لیکن آج جیرے کی اس بیٹھک میں نمایاں حیثیت تھی۔ اس کی والدہ مرگئی تھی۔ اس جیسے لوگوں کے والدین کا انتقال نہیں ہوتا بلکہ وہ مرتے ہیں۔ جب وہ زندہ تھی تو کوئی اس کو پوچھتا نہیں تھا۔ بستر مرگ پر جب وہ نحیف آواز میں پکارتی تو اس کی پکار کٹیا سے باہر تو کیا کٹیا کے اندر بھی سب تک نہ پہنچتی۔

مرنے کے بعد اس کی کایا ہی پلٹ گئی۔ صاف ستھرا سفید لٹھے کا بے داغ لباس، خوش بو دار صابن سے غسل، پھولوں کی پتیاں، عطر! ان چیزوں کی تو اس نے حیاتی میں خواہش تک نہ کی تھی۔ اس کی موت نے نہ صرف اس کی اپنی تقدیر بدل دی بلکہ اس کے خان دان کو بھی نہال کر گئی۔ مالی فائدہ یوں ہوا کہ ان کے گھر دانادنگا کافی مقدار میں جمع ہو گیا لیکن سب سے زیادہ فائدہ جیرے کو ہوا۔ وہ اس طرح کہ کل سے اس کی اہمیت اور حیثیت اچانک کئی گنا بڑھ گئی تھی۔ گاؤں کے تقریباً تمام افراد اس کے نرمی سے ملے، ہم دردی سے بات چیت کی اور صبر کی تلقین کی۔ مستریوں کی بیٹھک میں جہاں اس کی والدہ کی پھوہڑی کا انتظام کیا گیا تھا اس کو مرکزی مقام پر بٹھایا گیا۔ بیٹھک میں جو بھی آتا اسی سے مخاطب ہوتا، اس سے ہم دردی کے چند الفاظ بولتا اور تسلی دیتا۔

کالو مسلسل کڑھ رہا تھا۔ اسے جیرے کا یہ اعلیٰ مقام ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ وہ کل ہی سے جیرے کے لیے حسد کی آگ بھڑکا رہا تھا۔ اس نے اس سے پہلے کبھی بھی اس سے نفرت یا حسد محسوس نہیں کیا۔ وہ جیرے کا ہم پلہ تھا۔ اس کی حیثیت کسی طرح بھی جیرے سے کم نہ تھی۔ وہ سماجی حیثیت میں جیرے سے زیادہ نہیں تو کسی صورت کم بھی نہیں تھا۔ جیرا اگر ملک جی کے گھر اور ڈیرے پر صفائی کا کام کرتا تھا تو کالو انہیں مقامات پر حقہ تازہ کرنے کا کام کرتا تھا بلکہ اس کے پاس کتوں کے لیے رات ب تیار کرنے کی اضافی ذمہ داری بھی تھی۔ یہ دونوں دوست تھے اور ایک دوسرے کے گھر تک آنا جانا بھی تھا۔ کالو کبھی کبھی جیرے کی اماں کے لیے تمباکو لے جایا کرتا تھا جو وہ ملک جی کے ڈیرے سے آگے پیچھے کرتا تھا۔ اور جیرا بھی کبھی کبھی کالو کے مفلوج باپ کے لیے گھر میں پکا ہوا کچھ نہ کچھ لے جاتا۔

کل سے کالو جیرے سے حسد محسوس کر رہا تھا۔ اور ایک ہی دن میں یہ حسد نفرت میں بدلنے لگا۔ جب شاہ جی نے جیرے کے سر پر ہاتھ رکھ اور پشت پر تھپکی دے کر اسے تسلی دی تو کالو کا چہرہ غصے سے سیاہ ہو گیا۔ شاہ جی جیسا آدمی جیرے جیسے کیڑے کے سر پر ہاتھ رکھے اور تھپکی دے !

شاہ جی بہت بڑے آدمی تھے۔ کالو ایک دو دفعہ ملک جی کے ساتھ ان کے ڈیرے پر بھی گیا تھا۔ ان کا ڈیرہ بہت وسیع تھا۔ تقریباً چار کنال رقبے پر مشتمل چوکور احاطہ تھا جس کے مرکز میں بہت بڑی عمارت تھی اور عمارت کے چاروں طرف گھاس پودے تھے۔ ایک طرف قدرے بلند چبوترہ تھا جس پر

سردیوں میں شاہ جی صوفے پر بیٹھ کر دربار لگایا کرتے جب کہ باقی لوگ چبوترے سے نیچے کرسیوں اور چار پائیوں پر بیٹھے تھے۔ شاہ جی ایک معروف گدی کے جانشین تھے اور ساتھ ساتھ سیاسی راہ نما بھی تھے۔ ان دونوں حیثیتوں نے انہیں علاقے کا امیر ترین شخص بھی بنادیا تھا۔ ان کے سامنے چاہے کوئی بہت بڑا افسر ہی کیوں نہ ہو ادب سے بیٹھتا تھا۔ ان کے برابر بیٹھنے کی جرات کم ہی لوگ کیا کرتے تھے۔ وہی شاہ جی آج نہ صرف یہ کہ جیرے کے برابر بیٹھے ہوئے تھے بل کہ اس سے بات چیت بھی کر رہے تھے۔

کالو اسم با مسمی نہیں تھا۔ اس کا رنگ کھلا ہوا تھا اور اس کے نقش و نگار بھی مناسب تھے۔ اس طبقے میں اس شکل و صورت والا آدمی چچا ہی نہیں۔ بڑے طبقوں کے لوگ یہ پسند ہی نہیں کرتے کہ ان کیڑے مکوڑوں میں کوئی خوب صورت فرد پیدا ہو۔ اس بات کا غصہ انہوں نے یوں نکالا کہ اس کا نام کالو رکھ دیا اور اسے کالو کہہ کر دل کی بھڑاس نکال لیتے۔

کالو چہرے مہرے سے نہ سہی لیکن کرتوتوں کے لحاظ سے کالا ہی تھا۔ نشہ پانی کا عادی تو نہیں تھا لیکن جب موقع ملتا بلا جھجک استفادہ کر لیتا۔ چوری چکاری کا موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ اس میں شکل و صورت کے علاوہ ایک اور صفت بھی بڑے طبقے کی پائی جاتی تھی۔ وہ یہ کہ اسے نمایاں ہونے کا بہت شوق تھا۔ جہاں کہیں لوگوں کا اکٹھ ہوتا نمایاں مقام پر کھڑا ہو جاتا۔ مجلس میں نمایاں جگہ پر بیٹھنے کی کوشش کرتا۔ محکمہ زراعت کا آفیسر یا کوئی سیاسی لیڈر گاؤں میں آتا تو اس سے مصافحہ کرنے کی

کوشش کرتا اگرچہ ایسی ناکام کوششوں کے بعد اسے ڈانٹ بھی سہنی پڑتی لیکن وہ ایک دفعہ ہمت ضرور کرتا۔

کالو شام تک کڑھتا رہا۔ شام کے وقت پھوہڑی اٹھائی گئی اور بیٹھک میں بیٹھے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چل دیے۔ کالو بھی ملک جی کے ڈیرے پر چلا گیا اور اپنے روزمرہ کے کام پنپانے لگا۔ اس دن کے بعد کالو جیرے کا ازلی و ابدی دشمن بن گیا۔ ظاہری طور پر وہ اس کے ساتھ مل جل کر کام کاج کرتا، اس سے ہنس کر بات کرتا، اس کے ساتھ دکھ سکھ کا تبادلہ کرتا اور اس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا۔ اس نے اپنے اندر کے بغض کو ہوا تک نہیں لگنے دی۔

جیرے کو ماں کو فوت ہوئے پندرہ سولہ دن گذر گئے۔ لوگ بھول بھال گئے کہ جیرے کی ماں کی وفات بھی ہوئی تھی۔ جیرے کی حیثیت اپنے اصل مقام پر واپس آچکی تھی لیکن کالو کا بغض کم نہیں ہو رہا تھا۔ اس کی جلن اور کڑھن اسی طرح تروتازہ تھی۔ اس کی نظر جب بھی جیرے پر پڑتی اس کا خون کھولنے لگتا۔ اس کے سامنے جیرے کی عزت افزائی کا منظر ابھرنے لگتا اور جیرے کا مقام اس کو کچوکے لگانے لگتا۔ اس کا جی چاہتا کہ وہ جیرے کا گلا دبا دے، اس کی ہڈیاں توڑ ڈالے، اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔

ایک دن پہلے کالو کا بڑا بھائی اپنے بیوے بچوں سمیت اپنے سسرال ایک شادی کی تقریب میں

خوشخبری رائٹرز متوجہ ہوں

ہر لکھاری کا خواب ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو اور انکی کتاب بک شیلف کی زینت بنے۔ آپ بھی ایک لکھاری ہیں اور اپنی تحریر کو کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی تحریر کو بہت کم ٹائم اور بہت مناسب قیمت میں آپ کی خواہش کے مطابق بہت عمدہ اور معیاری کوالٹی میں کتابی صورت میں شائع کرنے میں آپ کی مدد کریں گے۔ مزید معلومات کے لئے نیچے دئے گئے ایڈریس پر ابھی رابطہ کریں۔

Prime Urdu Novels Publications

Whatsapp : 03335586927

Email : aatish2kx@gmail.com

شمولیت کے چلا گیا۔ گھر میں اس وقت کالو اور اس کا بیمار باپ تھے۔ شام کے بعد کالو اپنے کام ختم کر کے گھر واپس آگیا۔ اپنے لیے اور اپنے بیمار باپ کے لیے کھانا ڈیرے سے ہی لے آیا تھا کیوں کہ آج گھر میں کھانا پکانے والا کوئی نہیں تھا۔ کالو نے خود بھی کھانا کھایا اور باپ کو بھی کھلایا اور برتن

باپ کی چارپائی کے نیچے رکھ دیے۔ سب کام نپٹانے کے بعد کالو دری پر لیٹا ہی تھا کہ باہر سے جیرے کی آواز آئی۔ کالو اٹھا اور باہر جا کر جیرے کو اندر لے آیا۔ جیرا کالو اور اس کے باپ کے لیے حلوہ لے کر آیا تھا۔ کالو نے حلوہ خود بھی کھایا اور باپ کو بھی کھلایا اگرچہ اس حلوے میں مٹھاس کی بجائے کڑواہٹ تھی۔ جیرے سے گفت گو کے دوران کالو اندر کی کڑواہٹ کو بڑی مشکل سے ہونٹوں سے دور رکھ رہا تھا اور شیریں لہجے میں بات چیت کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد جیرا جانے لگا تو کالو نے کہا کہ وہ بھی ذرا باہر جائے گا دکان سے کچھ لانا ہے۔ اس نے چاقو نیفے میں اڑسا اور جیرے سے ساتھ باہر نکل گیا۔ اصل میں اس کے ذہن میں خود کو نمایاں کرنے کے لیے ایک منصوبہ چل رہا تھا۔ اس منصوبے پر عمل کرنے سے وہ ہچکچا بھی رہا تھا۔ کیوں کہ اگر لوگوں کو اس کی ہوا لگ جاتی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے بے عزتی ہوگی، جوتے پڑیں گے اور جیل بھی جاسکتا ہے۔

کالو تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد گھر واپس آگیا۔ اس کا ذہن ہلکا پھلکا ہو چکا تھا۔ جیرے کے خلاف اس کا بغض اور حسد ختم تو نہیں ہوا تھا لیکن اس کی کڑواہٹ کم ہو چکی تھی۔ وہ خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ اسے اپنے فیصلے پر اعتماد تھا اور کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔ وہ گھر میں داخل ہوا دروازے پر کنڈی لگائی، چاقو نکال کر دری کے نیچے رکھا اور باپ کی چارپائی کے پاس آگیا۔ اس نے سوئے ہوئے باپ کے پاؤں کو ہاتھ لگایا اور ہاتھ کو بوسہ دیا۔ پھر باپ کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ آخر کار اس

نے دری سے سرہانہ اٹھایا اور باپ کے چہرے پر رکھ کر اس پر اپنا پورا وزن ڈال دیا۔ اس کے باپ کا کم زور جسم ہلکا سا تڑپا، تھوڑا سا کپکپایا اور ساکن ہو گیا۔ تب تک کالو خیالوں میں پھوہڑی پر بیٹھالوگوں سے تسلی لے رہا تھا اور سب کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔



محمد یوسف وسیر

سہارن چٹھ

گوجرانوالہ

